مکاتیب

(۱)

محترم ومکرم جناب زاہدالراشدی صاحب زیدت معالیہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ،

الشریعۃ بابت جولائی ۲۰۱۱ء میں مولانا محمد عیسیٰ منصوری صاحب کے مضمون بعنوان ''دعوت اللہ کا فریضہ اور ہمارے دینی ادارے'' کی دوسری قسط کا مطالعہ کیا۔ اگرچہ پہلی قسط ابھی تک نظروں سے نہیں گزری، لیکن اسی قسط سے پہلی قسط کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مولانا محترم کے اس مضمون کا خلاصہ یہ لگتا ہے کہ یہ اُمت دعوت ہے! یہ بات سوفیصدی سچ ہے، لیکن اس بات کو موجودہ عالمی تناظر میں جس انداز سے پیش کیا گیا ہے، اُس سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پیش کرنے والا نہ صرف جہاد کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کررہا ہے بلکہ اس کو اُمت کی تباہی اور بربادی کا سبب قرار دے رہا ہے۔ سو اس فکر سے ہمیں شدید اختلاف ہے۔ گو دعوت اسلام کی توسیع میں اصل کارگر قوت ہے، لیکن اسلام سمیت کوئی نظریہ اور موقف ایسا نہیں جس کو اپنے مخالفین سے مخالفت بلکہ تصادم کا خطرہ نہ ہو۔ اسلام کتنا ہی فطری اور اپنے ہی ضمیر کی آواز کیوں نہ ہو، لیکن انسانی نفسیات کا یہ مسلمہ تو ہر کسی کو معلوم ہے کہ معاشرے کے جن طبقات کے مقام ومرتبے اور مفادات پر اس کی زد پڑتی ہے، وہ نرے وعظوں اور اخلاقی اپیل سے اس کا راستہ روکنے سے ہرگز باز نہیں آئیں گے۔ کیا نبی کریم علیہ السلام سے بڑھ کر حکیم اور انسانیت کا خیرخواہ نسل آدم میں کوئی ہوگا؟ لیکن اُن کو بھی اسی ضرورت سے ہتھیار اٹھانے پڑے۔ پھر سخت حیرت ہے اُن لوگوں پر جو نبی علیہ السلام کا نام لیتے ہیں اور انھی کے طریقے پر چلنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور پھر بھی اسلام کی ایک ایسی ناقابل فہم اور ناقابل عمل تخیلاتی تعبیر پر اصرار کررہے ہیں جو چودہ سوسالہ تاریخ میں اسلام کی کسی بھی مستند شخصیت کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی۔

دعوت اور جہاد دونوں اسلام کے اہم ترین ارکان ہیں اور سخت غلطی کررہے ہیں وہ لوگ جو دعوت کی اہمیت کے بیان میں جہاد کی اہمیت کو گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جہاد نے ہمیشہ مسلمانوں کو عزت اور وقعت کا مقام دیا ہے۔ یہ ترک جہاد کا ثمرہ ہے کہ آج ملت اسلامیہ کے لیے کفر کی بدترین غلامی میں سانس لینا مشکل ہورہا ہے۔ سخت حیرت ہے کہ جہلا نہیں، بڑے بڑے خبردار اور علماقسم کے لوگ اس مہم میں بری طرح جتے ہوئے ہیں کہ اسلام دعوت کا مذہب ہے، جہاد کا نہیں۔ کیا نبی علیہ السلام کی یہ حدیث بھی ان کے پیش نظر نہیں ہے کہ **"الجهاد ماض الى يوم القيمة"**؟ کیا اس میں کسی بھی دور کا استثنا ہے؟ اگر نہیں ہے تو کیوں خواہ مخواہ کھینچ تان کر موجودہ دور کو اس سے نکال رہے ہیں؟

اور کیا یہ حدیث بھی کبھی کانوں سے نہیں ٹکرائی کہ ایک زمانہ آئے جب ''قرا'' قسم کے لوگ کہیں گے کہ یہ جہاد کا زمانہ نہیں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب تم ایسی بات سنو تو سمجھ لو کہ وہی جہاد کا زمانہ ہے۔ کسی نے حضور علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جو ایسی بات کہے گا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ شخص جس پر اللہ، فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ قربان جاؤں اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر کی پیشین گوئیوں کے کہ جو الفاظ آپ نے استعمال فرمائے، وہی الفاظ آج بڑے بڑے دینداروں کے منہ سے بعینہ نکل رہے ہیں اور کہا جا رہا ہے کہ یہ جہاد کا زمانہ نہیں ہے۔

قرآن کی آیات اور روایات حدیث سے تو بصراحت جہاد کی سخت ضرورت واہمیت معلوم ہو رہی ہے اور ایک دُنیا اچانک جہاد کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوئی ہے۔ کیا یہ اُس کفر کا ایک مظہر تو نہیں جو عالم اسلام کے چپے چپے میں دکھائی دے رہا ہے؟ عام طور پر کفر اور خصوصاً دور حاضر کا کفر کتنے طریقوں اور حیلوں بہانوں سے ہمارے ذہنوں میں ایسے افکار انڈیل رہا ہے جو اُس کی عالمی بالادستی اور مسلمانوں کی پستی وتنزل کا سبب بن رہے ہیں اور ہم سب بالخصوص ہمارا دانشور اور روشن خیال طبقہ انہی خیالات کو نئے رنگ وروغن کے ساتھ اُمت مسلمہ میں پھیلا رہا ہے۔ یورپ خود تو خون کی ندیاں بہا رہا ہے اور ہمیں کہہ رہا ہے کہ نظریے کی خاطر ہتھیار اُٹھانا دہشت گردی ہے۔

میں قرآن وحدیث کا ایک ادنیٰ طالب علم ہوں۔ آج کل پشاور کے ایک مدرسے میں پڑھاتا ہوں۔ کسی زمانے میں مختلف رسائل میں تھوڑی بہت لکھنے کی عادت تھی، لیکن عرصہ ہوا یہ سلسلہ چھوٹ گیا ہے، لیکن جہاد کے خلاف اس عالمی مہم نے مجھے سخت بے قرار کر دیا ہے۔ ہمارے ہاں تبلیغی جماعت کے ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ چل پھر رہے ہیں۔ ان لوگوں سے دین کے بارے میں بہت توقعات تھیں، لیکن اب یہ دیکھ کر سخت کوفت ہوتی ہے کہ یہ پوری جماعت جو مشرق اور مغرب میں پھیلی ہوئی ہے، اس کے اصاغر واکابر سب بلاتفریق جہاد کے خلاف کمر بستہ ہیں اور جہاد کو فساد باور کرا رہے ہیں اور جرات اور بے باکی اس حد تک پہنچی ہے کہ چونکہ قرآن وحدیث سے جہاد کے مضمون کو کھرچا نہیں جا سکتا، سو وہ قرآن وحدیث کے حلقوں کو خاموش اور موقوف کرنے کی شعوری کوششوں میں ہمہ تن مصروف ہیں اور ان کے بارے میں بہت ناگفتنی باتیں بنا رہے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ہم تو جوڑ پیدا کر رہے ہیں اور قرآن توڑ پیدا کر رہا ہے۔ آپ بتائیں، یہ کافرانہ باتیں نہیں ہیں؟ قرآن وحدیث کی جگہ تبلیغی نصاب اور فضائل اعمال کو رواج دے رہے ہیں اور جو صریح آیات واحادیث قتال کے بارے میں ہیں، اُن میں سخت مجرمانہ تحریف کر کے بستر اٹھانے پر فٹ کر رہے ہیں۔ قرآن وحدیث سے تھوڑی سی شناسائی رکھنے والا بھی ایمانداری سے کہے کہ یہ اسلام کی خدمت ہے یا کفر کی؟ انگریزوں نے مسلمانوں کے دلوں سے جہاد کا تصور محو کرنے کے لیے ایک جعلی نبوت تیار کی، لیکن وہ مہم کچھ زیادہ کامیاب نہیں ہو سکی۔ اب کی بار اُنہوں نے تیر صحیح نشانے پر مارا ہے۔ مسلمانوں کی ایک عالمی جماعت کو پتہ نہیں، کس طرح سے جہاد کے خلاف کھڑا کیا اور مشرق ومغرب کے ان گنت مسلمان دانشوروں کو اُن کی فکری اور علمی مدد اور نصرت پر لگا دیا۔ یقیناً یہ مہم کسی درجے میں کامیاب ہوگی۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ اب جب کہ جہاد کی برکت سے کفر کی کمر ٹوٹنے والی ہے اور مسلمانوں کا دور عروج دستک دے رہا ہے، کافر اور ان کے ایجنٹ یا اسلام کے احمق ترین دوست پورے زور وشور سے جہاد کے خلاف صف بندی کیے ہوئے ہیں۔ آج جہاد کے خلاف مہم چلانا ایسا ہے جیسے مجاہدین اسلام کی پیٹھ میں پیچھے

سے چھرا گھونپنا۔

مجھے مولانا منصوری سے شخصی تعارف بالکل نہیں۔ آج سے چار پانچ سال پہلے اُن کا ایک مضمون 'الحق' اکوڑہ خٹک میں چھپا تھا۔ اُس کو میں نے پڑھا تھا۔ اُس میں اسلام کی احیائی تحریکوں کے خلاف مواد تھا۔ اُس وقت بھی اس مضمون پر شدید تحفظات پیدا ہوئے تھے اور آج پھر اسی فکر کو نئے انداز میں الشریعہ میں پڑھا۔ اگرچہ اُن کے مضامین میں کام کی باتیں بھی ہوتی ہیں، لیکن اُن کے بنیادی فکر سے ہمیں شدید اختلاف ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بقول اُن کے اگر اُمت نے ماضی میں دعوت کے کئی مواقع ضائع کر کے نقصان کیا ہے تو آج جہاد کا انکار کر کے ملت کو اس سے کہیں بڑھ کر نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔ آج اُمت کو جہاد کی ضرورت ہے۔ افغانستان اور دُنیا کے بعض دیگر ملکوں میں کفر و اسلام کا معرکہ برپا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کفر کی عظیم قوتوں اور بالخصوص حیرت انگیز ٹیکنالوجی کی طاقتوں کے توڑ کے لیے تاریخ انسانی کے سب سے زیادہ پرعزم اور پرجوش مجاہدین کو لا کھڑا کیا ہے۔ اب تمام مسلمانوں کو ان مجاہدین کی دامے درمے سخنے مدد کرنی چاہیے، نہ یہ کہ کفر کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر ان کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرنا شروع کر دیں۔

الطاف الرحمٰن بنوی

اُستاد جامعہ امداد العلوم، پشاور صدر

(۲)

ماہنامہ الشریعہ جولائی ۲۰۱۱ء کے ص ۱۱ تا ۲۵ پر روشن خیالی سے بھرپور ایک مضمون بعنوان ''سماجی، ثقافتی اور سیاسی دباؤ اور دین کی غلط تعبیریں'' شائع ہوا ہے جسے پڑھ کر خیال گزرا کہ مولانا وحید الدین خان، جناب ذاکر نائیک، جناب جاوید غامدی اور اسی قبیل کے روشن خیال، جدید مفکرین اور اسکالرز ہی کے تسلسل کا نام حافظ صفوان محمد چوہان ہے۔ مندرجہ بالا دینی اسکالرز سے اختلاف رائے کے باوجود ہمارے دل میں ان کا ادب واحترام ہے۔ ان کے تفرد وتجدد سے قطع نظر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے میدان کی قد آور شخصیات ہیں اور ان کی مثبت خدمات سے انکار کی کوئی صورت ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ حافظ صفوان کس بنیاد پر اپنا قد بڑھانے کے لیے یہ شگوفے چھوڑ رہے ہیں، یہ معاملہ ہماری فکر اور سوچ سے ماورا ہے۔ گلاب جامن اور رس گلے میں جو زہر چھپا کر انہوں نے اس مضمون کے ذریعے عوام الناس کو دیا ہے، اس کے نتائج انتہائی بھیانک نکلیں گے۔ شراب کی بوتل پر زم زم کا لیبل چپکانا اور سور کے گوشت کو بکری کے گوشت سے تعبیر کرنا، یہ انداز بہت ہی خطرناک والمناک ہے۔

حافظ صفوان کا طریقہ بھی عجیب غریب ہے۔ کبھی تبلیغی جماعت کی آڑ لینا اور کبھی مجلس احرار اسلام کا نام لے کر اسلام دشمنی کا مظاہرہ کرنا، چہرے پر ڈاڑھی سجا کر اور سر پر ٹوپی اوڑھ کر ڈاڑھی رکھنے اور ٹوپی پہننے والوں کا مذاق اڑانا، یہ تو مرزا غلام احمد قادیانی کے طرز فکر کو اپنانے جیسا فعل ہے۔ فکری و ذہنی انتشار کی عکاس یہ طویل تحریر پڑھ کر صفوان چوہان صاحب کے ژولیدہ فکر ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہا۔ تضادات کا مجموعہ یہ تحریر معلوم نہیں، انہوں نے کس ترنگ میں آ کر لکھی ہے۔ دینی مزاج، دینی ذوق اور دینی انداز فکر رکھنے والوں پر انہوں نے جو دست تطاول دراز کیا ہے، یہ ان کے چرغینہ پن پہ دلالت کرتا ہے۔ انہوں نے جس چترائی سے دینی حلقوں پہ ہاتھ صاف کیا ہے، اسے پڑھ کر ہم